إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ... قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند سے ۱۳

نمبر ۱۴۳ | مورخہ یکم جون ۱۹۳۳ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۶ صفر ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۰

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ۳۰ مئی بوقت پانچ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

۳۰ مئی جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت پونچھ تشریف لے گئے۔

۳۰ مئی شام کو خانصاحب منشی برکت علی صاحب نے خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کے اعزاز میں ایک شاندار دعوتِ طعام دی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی شمولیت فرمائی۔

۲۸ مئی بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں شیخ زین العابدین صاحب برادر حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے ذکرِ حبیبؑ پر تقریر کی۔

مارننگ کلب قادیان کی تجویز کے مطابق ۳۰ مئی سے ایک احمدیہ انٹر محلہ ہاکی ٹورنمنٹ شروع ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا درجہ

(فرمودہ ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء)

ایک اور غلطی اکثر مسلمانوں کے درمیان ہے۔ کہ وہ حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے۔ اور حدیث کا مرتبہ ظنی ہے۔ حدیث قاضی نہیں۔ بلکہ قرآن اس پر قاضی ہے۔ ہاں حدیث قرآن شریف کی تشریح ہے۔ اس کو اپنے مرتبہ پر رکھنا چاہیئے۔ حدیث کو اس حد تک ماننا ضروری ہے کہ قرآن شریف کے مخالف نہ پڑے۔ اور اس کے مطابق ہو۔ لیکن اگر اس کے مخالف پڑے۔ تو وہ حدیث نہیں بلکہ مردود قول ہے۔ لیکن قرآن شریف کے سمجھنے کے واسطے حدیث ضروری ہے۔ قرآن شریف میں جو احکامِ الٰہی نازل ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عملی رنگ میں کر کے اور کرا کے دکھا دیا۔ اور ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اگر یہ نمونہ نہ ہوتا۔ تو اسلام سمجھ میں نہ آسکتا لیکن اصل قرآن ہے۔ بعض اہلِ کشف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ایسی احادیث سنتے ہیں۔ جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوئیں۔ یا موجودہ احادیث کی تصدیق کر لیتے ہیں۔

(الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۶ء)

اخبار احمدیہ

ایم۔ ایس۔ سی میں کامیابی

اس سال پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی (فزکس) کے امتحان میں ہماری جماعت کے حسب ذیل دو نوجوان کامیاب ہوئے ہیں۔

۱۔ میر مشتاق احمد صاحب۔ ۲۔ کرامت اللہ صاحب

ہم ان دونوں نوجوانوں۔ اور ان کے خاندانوں کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میرا ایک بچہ نمونیہ سے اور دو بوجہ ٹائیفائیڈ بیمار پڑے ہیں۔ ان سب کی صحت کے لئے دُعا کی جائے۔ خاکسار محمد سعید از کوہ مری۔ ۲۔ میرے ماموں اور ان کے لڑکے کو باؤلے کتے نے کاٹا ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔ خاکسار عبدالقادر خان از لائلپور۔ ۳۔ میری والدہ صاحبہ بیمار ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار ملک مظفر احمد از ہارون آباد۔ ۴۔ میری لڑکی بیمار ہے۔ صحت کے لئے دُعا کی جائے۔ خاکسار فتح محمد احمدی شربا۔ کراچی۔ ۵۔ میری صحت کچھ عرصہ سے خراب ہے۔ دوست دعائے صحت کریں۔ خاکسار نذیر احمد خان سب اسسٹنٹ سرجن۔ نور ہسپتال۔ قادیان۔ ۶۔ میرا لڑکا بیمار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار محمد بشیر۔ انبالہ۔ ۷۔ میں کئی روز سے بیمار ہوں۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار عبیداللہ بقاپوری قادیان۔ ۸۔ مجھے ایک مقدمہ دیوانی درپیش ہے۔ احباب کامیابی کی دُعا کریں۔ خاکسار حاجی محمد نذیر احمدی۔ شاہجہانپوری۔ ۹۔ عاجز بعض مشکلات میں مبتلا ہے۔ احباب سے دُعا کی التجا ہے۔ خاکسار محمد علی۔ انبر۔ ۱۰۔ خاکسار عرصہ سے انتڑی کے زخم سے بیمار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار غلام محمد خان چک ایمرچ کشمیر۔ ۱۱۔ میرا لڑکا محمد عبداللطیف بخار میں مبتلا ہے۔ کئی روز سے حرارت متواتر ہے۔ اور افاقہ نہیں۔ احباب کرام سے ملتجی ہوں۔ کہ شفایابی کے لئے دُعا فرمائیں۔ یہ بچہ دین کے لئے وقف ہے۔ خاکسار محمد عبدالرحمن سنٹرل انڈیا ہارس دہلی چھاؤنی۔ ۱۲۔ میرے والد مولوی رحیم بخش صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ تلونڈی جھنگلاں کو جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بہت پُرانے صحابی ہیں۔ باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہے۔ احمدی احباب سے گزارش ہے۔ دعائے صحت فرمائیں۔ خاکسار محمد عبداللہ او درسیر قادیان۔

اعلان نکاح

میری لڑکی خدیجہ بیگم کا نکاح ۲۱ رمئی ۱۹۳۳ء کو غلام احمد ولد غلام قادر ملک کے ساتھ بعوض حق مہر پانچسو روپیہ پڑھا گیا۔ خاکسار اللہ دتا۔ از ڈسکہ۔

ولادت

۱۔ برادرم منشی عمر علی خان صاحب کے ہاں کبر سنی میں خدا تعالیٰ کے فضل اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی برکت سے ۵ مئی ۱۹۳۳ء کو لڑکا تولد ہوا۔ احباب درازی عمر۔ اور سعادتِ دارین کی دُعا کریں۔ خاکسار سید صمصام الدین احمد۔ احمدی ساز سوگھڑہ۔

۲۔ میرے ہاں اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب درازی عمر اور سعادتِ دارین کی دعا کریں۔ خاکسار فضل احمد پھجاں گلاں

دعائے مغفرت

۱۔ حکیم محمد بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ کیمل پور ۱۷۔ اپریل فوت ہوگئے مرحوم خاص خوبیوں کے مالک تھے۔ تبلیغ احمدیت کا عشق رکھتے تھے احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار محمد عمر از نوشہرہ چھاؤنی

۲۔ چوہدری عبداللہ خاں صاحب صدر قانون گو ڈیرہ غازی خاں صرف چھ گھنٹے بیمار رہ کر ۲۰۔ مئی کو فوت ہو گئے۔ مرحوم اعلیٰ درجہ کے بے نفس مخیر سلسلہ عالیہ کے سچے خیر خواہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان۔ اور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سچے عاشق۔ اور فدائی تھے تبلیغ احمدیت کا ہر دم شغل رکھتے تھے۔ آپ ۱۹۱۵ء سے اس ضلع میں آئے۔ اور ۱۸۔ ۱۹ سال صدر قانونگو رہے۔ ضلع گوجرانوالہ کے باشندہ تھے۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں خاکسار ملک عزیز احمد۔ پلیڈر۔ ۳۔ جناب ڈاکٹر عبدالصمد خاں صاحب سب اسسٹنٹ سرجن صوابی ضلع پشاور پسر جناب ڈاکٹر نواب علی صاحب پنشنر ساکن مردان ۲۳ اپریل کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے وفات سے چند گھنٹے پہلے اپنے والد کو وصیت کی۔ کہ میرے ذمہ میرے چندہ علم باقی ہے۔ وُہ ادا کر دیا جائے۔ چنانچہ ادا کر دیا گیا۔ اور چندہ جماعت کے ساتھ قادیان بھیج دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت کرے۔ اور ان کے والدین۔ بھائیوں۔ اور بیوی بچہ کو صبر کی توفیق بخشے۔ خاکسار محمد یوسف امیر جماعت احمدیہ مردان۔ ۴۔ ۲۴ مئی میری لڑکی فوت ہو گئی۔ دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار محمد ابراہیم۔ ننکانہ صاحب۔

۵۔ میری ہمشیرہ ۲۰۔ مئی فوت ہوگئی۔ دعائے مغفرت کیجئے۔ خاکسار عنایت اللہ چٹواری۔

۶۔ میرا لڑکا حبیب احمد خاں ۱۰۔ مئی وفات پاگیا۔ مرحوم نماز کا پابند۔ تہجد خواں اور تلاوت قرآن مجید روزانہ کرتا تھا۔ تبلیغ احمدیت میں مصروف رہتا۔ گورنمنٹ سکول جالندھر شہر جس میں وُہ تعلیم پاتا تھا۔ اس کی موت کی خبر سنکر ایک دن کے لئے بند کر دیا گیا۔ اور سکول کے استاد اور طالب علم اس کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ خاکسار اقبال محمد جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ رنگون۔ حال وارد جالندھر شہر۔

۷۔ میرا لڑکا ۸ مئی فوت ہوگیا۔ دعائے مغفرت کی جائے۔ خاکسار یعقوب خاں۔ از دھرم سالہ۔

تلاش گمشدہ

میرا لڑکا بشیر احمد جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء سے قبل بیمار ہو گیا تھا۔ وہاں کے دوستوں کا بیان ہے۔ کہ قریباً ۲۔ روز مسجد احمدیہ میں رات کو ذکر سویا کرتا تھا۔ بعد ازاں کوئی علم نہیں۔ کہ کہاں گیا۔ اگر کسی دوست کو علم ہو۔ تو مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل قادیان کو مطلع فرمائیں۔ حلیہ یہ ہے۔ رنگ سانولا۔ نقش موٹے۔ بہرہ اونچے۔ عمر ۲۰ سال۔ خاکسار زین العابدین۔

اجرائے اخبار کی درخواست

خاکسار غریب۔ مقروض بے روزگار۔ اور عیالدار ہے۔ اپنے علاقہ میں تبلیغ سلسلہ کے لئے اخبار الفضل کی سخت ضرورت ہے۔ صاحب ثروت اور تبلیغی شوق رکھنے والے احباب سے استدعا ہے۔ کہ میرے نام کم از کم ایک سال کے لئے اخبار الفضل جاری فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ دعاگو رہونگا۔ خاکسار محمد مراد احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ۔

الفضل کے وی۔ پی تیار ہو رہے ہیں

الفضل نمبر ۱۳۹۔ مورخہ ۲۳ مئی صفحہ ۱۰ پر ان خریداران الفضل کی فہرست چھپ چکی ہے۔ جن کا چندہ ختم ہے۔ براہ مہربانی جو صاحب بذریعہ منی آرڈر بھیجنا چاہتے ہیں۔ جلد بھیجدیں۔ اگر چار پانچ روز توقف ہو۔ تو بذریعہ کارڈ اطلاع دیدیں۔ ورنہ ان سب کے نام ۵ جون کو وی۔ پی ہوگا۔ وی۔ پی ایک ہفتہ امانت میں رکھا جا سکتا ہے۔ نوٹس کی وصولی کے بعد ڈاکخانہ میں خود وی۔ پی وصول کرنا چاہیے۔ چٹھی رسان دوبارہ نہیں لاتا۔ وی۔ پی نہ لینے والوں کا پرچہ تا وصولی چندہ امانت میں رکھا جائے گا۔ مینیجر الفضل۔ قادیان۔

ہیڈ کانسٹیبل و محرر تھانہ کھڑیانوالہ کا بے جا تشدد

حسب ذیل قرار دادیں انجمن احمدیہ لائل پور کے ایک خاص اجلاس میں جو مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۳۳ء کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ لائل پور میں منعقد ہوا۔ متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ جماعت احمدیہ لائل پور کا یہ خاص اجلاس اس بات پر اپنے انتہائی رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔ کہ ہیڈ کانسٹیبل اور محرر تھانہ کھڑیانوالہ ہر دو نے ماہی نمبردار چوہدری والہ کے احمدیت کے خلاف بڑھے ہوئے تعصب سے متاثر ہو کر اس کی انگیخت پر اور اس کی بے جا طرفداری کرتے ہوئے ہمارے دو معزز احمدی بھائیوں چوہدری برکت علی و چوہدری غلام حیدر سکنائے چوہدری والا۔ چک ۔۔ کو محض ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے زدوکوب کیا۔ اور نہایت ذلت آمیز سلوک کیا۔ بالخصوص ہیڈ کانسٹیبل مذکور نے سلسلہ احمدیہ اور بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف سخت اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۴۳ | قادیان دارالامان مورخہ یکم جون ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

ہندو مسلم سمجھوتہ ہمیشہ ہندوؤں نے نہ ہونے دیا

مسلمانوں کو صدر خلافت کمیٹی کا ضروری مشورہ

ہندو مسلم سمجھوتہ سے ہندوؤں کی غرض

ہندو مسلم سمجھوتہ سے ہندوؤں کی ہمیشہ یہ غرض رہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے خود سیاہ و سفید کے مالک بن جائیں۔ اور ہندوستان میں ایسا غلبہ واقتدار حاصل کر لیں۔ کہ کسی کو ان کے مقابلہ میں دم مارنے کی جرأت نہ رہے۔ چنانچہ ہر وہ کوشش جو ہندو مسلم اتحاد کے نام سے کی گئی۔ اور جس کی حمایت کے لئے اپنی چالبازیوں۔ یا دوسرے ایسے طریق سے جو ایک مالدار اور قابو یافتہ قوم آسانی اختیار کر سکتی ہے۔ ہندو مسلمانوں میں سے کچھ نہ کچھ لوگوں کو تیار کر لیتے رہے۔ اس میں مذکورہ بالا مقصد ہی کار فرما رہا +

نہرو رپورٹ۔ اور مسلمانوں کے حقوق

اور تو اور ہندوستان کے آئندہ سیاسی نظام کا جو خاکہ نہرو رپورٹ کے نام سے تجویز کیا گیا۔ اور جس کے متعلق گاندھی جی تک نے پورا زور صرف کیا کہ اس کا پھندا مسلمانوں کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ اس میں بھی مسلمانوں کے اہم اور ضروری مطالبات کو نظر انداز کر کے ہندوؤں کے نقطۂ نگاہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی۔ نہرو رپورٹ مسلّمہ طور پر ہندوستان کا ایسا دستور تھا جو کلیۃً ہندوؤں کے مفاد و اغراض کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیار کیا گیا تھا۔ اور جس کا مدعا یہ تھا کہ ہندوستان تدریجاً پوری طرح ہندوؤں کے قبضہ میں چلا جائے۔ مسلمان اور دوسری اقلیتیں بالکل بے اثر ہو جائیں +

اس صورت حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے ناممکن تھا کہ نہرو رپورٹ میں درج شدہ تجاویز کو منظور کر کے اپنی تباہی کی دستاویز پر آپ دستخط ثبت کر دیتے۔ اگرچہ اس موقعہ پر بھی بعض مسلمانوں کو ہندوؤں نے گانٹھ رکھا تھا۔ ا ن سے موقع بے موقع نہرو رپورٹ کی تائید وحمایت میں آواز بلند کراتے رہتے تھے۔ لیکن جمہور مسلمانوں نے اسے کلیۃً رد کر دیا اس پر ہندوؤں نے حسب معمول یہ شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ وُہ تو اتحاد اور سمجھوتہ کے لئے تیار ہیں۔ لیکن مسلمان آمادہ نہیں +

گول میز کانفرنس میں ہندوؤں کا اتحاد شکن رویہ

اس کے بعد گول میز کانفرنس کے مباحثات کے سلسلہ میں وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ

"فرقہ وار مسئلہ کا آپ (ہندو مسلمانوں) کی طرف سے متفقہ فیصلہ ہونا ضروری ہے۔ حکومت کی طرف سے اس کا فیصلہ اور نفاذ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اس نے کوئی فیصلہ کیا تو اس کے خلاف ہمارے دوست گاندھی جی غالباً فوراً ستیہ گرہ کا کوئی طریق اختیار کریں گے۔ پس میں کہتا ہوں۔ کہ یہ تصفیہ حکومت کی طرف سے نافذ نہ ہو۔ بلکہ آپ کی دلی تائید اور آپ کے متفقہ فیصلہ کا نتیجہ ہو۔ فرقہ وار مسئلہ واقعات کا حقیقی مسئلہ ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اس مسئلہ کا ہندوستان میں وجود ہے۔ یا نہیں۔ میں اس سوال کا جواب خود نہیں دیتا۔ میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ پس اگر فرقہ وارانہ مسئلہ فی الواقعہ موجود ہے تو سوال یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں یا یہاں اس کا تصفیہ کس طرح ہو سکتا ہے"

یہ اعلان گاندھی جی نے اپنے کانوں سُنا۔ اور ان پر اچھی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ہندو مسلمان متفقہ طور پر جو حل پیش کریں گے اس کا منظور ہو جانا یقینی ہے۔ اور وُہ ہر حالت میں حکومت کے خود تجویز کردہ فیصلہ سے بہتر ہو گا۔ لیکن جب انہی کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ کہ فرقہ وارانہ سوال کا حل تجویز کرے۔ تو وُہ محض اس لئے ناکام رہی۔ کہ ہندو ممبروں نے مسلمانوں کے مطالبات منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور گاندھی جی کو گول میز کانفرنس کے عام اجلاس میں دردگھری ندامت کے ساتھ یہ اعلان کرنا پڑا۔ کہ

"ہم مختلف طبقوں کے نمائندوں کے ساتھ غیر سرکاری طور پر گفت و شنید کے ذریعہ فرقہ وارانہ مسئلہ کا متفقہ حل تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں"

الہ آباد کانفرنس میں ناکامی

اس کے بعد الہ آباد کانفرنس میں پھر ہندو مسلم سمجھوتہ کی کوشش کی گئی۔ اور بعض مسلمان لیڈروں نے جمہور مسلمانوں کی رائے کے خلاف اس میں شریک ہو کر سمجھوتہ کے متعلق بیتابی کا ثبوت دیا۔ کہ وُہ یا تو سمجھوتہ کر کے جائیں گے۔ یا ان کی قبریں الہ آباد میں بنیں گی۔ لیکن اس کا بھی جو انجام ہندوؤں کے ہاتھوں ہوا۔ وُہ یہی تھا۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کو بالکل مایوس اور نا امید کر دیا +

ہندوؤں کا عام رویہ

یہ موٹے موٹے واقعات ہیں۔ جو ہندوؤں کی اتحاد شکن اور مسلم کش سرگرمیوں کے متعلق پیش کئے گئے ہیں۔ ورنہ ہر اس موقعہ پر جو ہندو مسلم اتحاد کے لئے پیدا ہوا۔ اور ہر اس تحریک پر جو ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق کی گئی۔ ہندوؤں کی طرف سے یہی کوشش کی گئی کہ یا تو مسلمان ان کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائیں یا پھر فرقہ وارانہ حقوق کے تصفیہ کا نام تک نہ لیا جائے +

ہندوؤں کی طرف سے اصلاحات کی مخالفت

چنانچہ ایک طرف تو باہمی سمجھوتہ کو بالکل ناممکن بنا دیا گیا۔ اور دوسری طرف پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے سائمن کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہہ دیا۔ کہ اگر جداگانہ انتخاب کو قائم رکھنا منظور ہو۔ تو محض ہندوستان کو مزید حقوق ہی نہ دیئے جائیں۔ بلکہ پہلے حقوق بھی واپس لے لئے جائیں۔ پھر تیسری گول میز کانفرنس میں پنجاب کے سکھ اور ہندو ڈیلیگیٹوں نے کہہ دیا۔ کہ اگر فرقہ وار فیصلہ کو باقی رکھنا ہو۔ تو پنجاب کے حقوق و اختیارات پر پہلے سے بھی زیادہ پابندیاں عائد کر دی جائیں +

صدر خلافت کمیٹی کا اعلان

غرض یہ ہے اس رویہ کا مختصر سا خاکہ جو ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق شروع سے اس وقت تک ہندوؤں کا رہا۔ اور اب جبکہ از سرِ نو سمجھوتہ کے متعلق کارروائی کرنے کا ذکر بعض حلقوں میں کیا جا رہا ہے۔ تو ان مسلمان لیڈروں کی طرف سے نہیں جو مدت ہوئی۔ ہندوؤں کے افسوسناک طریق عمل کی وجہ سے مایوس ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان کی طرف سے جو تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ الہ آباد کانفرنس

میں نہایت سرگرمی سے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوؤں سے سمجھوتہ کی توقع بالکل فضول ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالمجید صاحب سندھی صدر خلافت کمیٹی بمبئی نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے:۔

"ایک مرتبہ پھر فرقہ وارانہ اتحاد کے قیام کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ اقدام قابل تبریک و تحسین ہے۔ اور فرقہ وارانہ ارتباط و خیر سگالی کے لئے ہر خیر خواہ کی تائید کا مستحق ہے لیکن مجھے اچھے نتائج کی امید نہیں ہے۔ ایک وقت تھا جبکہ ملک کے ایک بہتر دستور کے حصول کی خاطر فرقہ وار مسئلہ کا باعزت تصفیہ ہو سکتا تھا لیکن اس موقع کو ضائع کر دیا گیا۔ قومی یکجہتی۔ اور ہر وہ چیز جس پر یہ دلالت کرتی ہے، چند نشستوں کے لئے قربان کر دی گئی۔ آج کل بھی ہندو رہنما بعض صوبوں میں مسلم اکثریت کی طاقت کو کمزور بنانے کے لئے جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور وزیر اعظم کے فیصلہ میں جو کچھ مسلمانوں کو ملا ہے۔ اس کے خلاف ہندوستان اور انگلستان میں طوفان برپا کر رہے ہیں۔ اگر ہندو رہنما فی الحقیقت حصول اتحاد کے لئے اپنے دلوں میں جذبۂ اخلاص رکھتے ہیں۔ تو ان کو اس ایجی ٹیشن کو بند کر دینا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلانا چاہیئے۔ کہ وزیر اعظم کے تصفیہ میں مسلمانوں کے مطالبات کے جس حصہ کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس میں کسی طرح بھی قطع و برید نہیں کی جائیگی"۔

اتحاد سے مایوسی

اس سے ظاہر ہے کہ [illegible] ہندوؤں سے سمجھوتہ کی کچھ نہ کچھ امید رکھتے تھے۔ وہ بھی ان کے خود غرضانہ رویے سے ناامید ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف بجائے اس کے کہ ہندو اپنی ان بے انصافیوں اور چیرہ دستیوں پر نادم ہوتے۔ جو مسلمانوں کے متعلق ان سے سرزد ہو رہی ہیں۔ اور وہ صاف دلی کے ساتھ منصفانہ سمجھوتہ کی کوشش کرتے۔ مسلمانوں سے کلیتہً علیحدگی اختیار کر لینے یعنی ان کی ہستی کو بالکل فراموش کر دینے کی تلقین کر رہے ہیں۔

ہندوؤں کا موجودہ رویہ

ڈاکٹر مونجے نے سندھ میں ہندوؤں کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "میں اب بھی ہندوؤں کو مشورہ دوں گا۔ کہ وہ مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیں۔ اور جو وہ چاہیں۔ انہیں کرنے دیا جائے"۔

اگر ہندو مسلمانوں کے متعلق اپنے پہلے منصوبوں میں ناکامی اور نامرادی دیکھ کر کوئی اور صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کی مرضی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت تک انہوں نے سمجھوتہ اور اتحاد کے فریب میں مسلمانوں کو جن خطرات میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے ان سے وہ تنہا چھوڑ دیئے جانے کی صورت میں بہت حد تک بچ سکیں گے۔ کیونکہ کھلم کھلا مخالفت کا مقابلہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ بہ نسبت

اس مخالفت اور نقصان رسانی کے جو دوستی۔ اور خیر خواہی کے پردہ میں کی جائے۔ پس ہندو مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ اگر انہیں تنہا چھوڑ دیں۔ اس طرح مسلمانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت بھی پیدا ہو سکے گی۔ اور وہ اپنے حقوق کی بہترین صورت میں حفاظت کر سکیں گے۔

مسلمانوں کو نہایت اہم مشورہ

ان حالات میں صدر خلافت کمیٹی نے مسلمانوں کو یہ نہایت ضروری اور اہم مشورہ دیا ہے۔ کہ "مسلمانوں کی نجات ان کی اپنی تنظیم میں مضمر ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اپنے تمام اختلافات کو دفن کر کے متحدہ طور پر کام کرنا چاہیئے"

یہ کوئی نیا مشورہ نہیں۔ پہلے بھی بارہا مسلمانوں کو دیا جا چکا ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ابھی تک اس کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت باقی ہے۔ بلکہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے مسلمان مخالف طاقتوں کی سرگرمیوں کو دیکھیں۔ اور پھر غور کریں۔ کہ انہیں منظم ہونے اور تمام اختلافات کو دفن کر کے متحدہ طور پر کام کرنے کی کتنی بڑی ضرورت ہے:۔

ہندو مسلم عورتوں کے تبدیل مذہب میں نمایاں فرق

خلاف قانون فعل

کچھ دن ہوئے امرتسر میں ایک عاقل و بالغ ہندو بیوہ کے متعلق جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک مسلمان سے نکاح کر لیا تھا۔ ہندوؤں نے نہایت خلاف امن اور خلاف قانون فعل کا ارتکاب کیا یعنی بہت سے ہندو لاٹھیاں وغیرہ لے کر اس مسلمان کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ اور زبردستی اس کی بیوی کو اٹھا کر لاری میں ڈال لیا۔ اور بھگا کر لے گئے۔ ظاہر ہے۔ کہ ہندوؤں کا یہ فعل نہایت اشتعال انگیز اور امن شکن تھا۔ لیکن حکام کے بروقت متوجہ ہو جانے اور قیام امن کے متعلق ضروری انتظامات کر لینے کی وجہ سے فساد کا وہ خطرہ جو ہندوؤں نے پیدا کر دیا تھا۔ ٹل گیا۔ اب یہ مقدمہ عدالت میں دائر ہے جس میں کئی ایک ہندو ماخوذ ہیں:۔

ہندوؤں کا مشورہ

ہندو اخبارات جہاں یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اس خلاف قانون فعل کا ارتکاب کرنے والے ہندو مجرموں کو بے قصور قرار دیں سو وہاں یہ بھی لکھ رہے ہیں۔ کہ "جب تک عورتوں کا اغوا چاہے۔ وہ کسی بھی قوم سے تعلق رکھتی ہوں قانون کے علاوہ اخلاقی جرم قرار نہ دیا جائے۔ اور اغوا کرنے والوں کو ان کے بھائی بندی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ تب تک نہ تو یہ جرم بند ہو سکتا ہے اور نہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات تلخ ہونے سے بچ سکتے ہیں"۔ افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جس وقت کوئی مسلمان کسی ہندو

عورت کا اغوا کرتا ہے۔ تو چند شریف مستثنیات کو چھوڑ کر دوسرے مسلمان اسے ایک بھاری فتح سمجھتے ہیں۔ اور اس سے نفرت کرنے کی بجائے اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ عام مسلمانوں کا یہ طرز عمل نہ صرف اغوا کی تعداد کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ بلکہ فرقہ وارانہ کشیدگی کا موجب بنتا ہے"۔

ہندو مسلم عورتوں میں فرق

جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ وہ ہندو خواتین جو اسلام میں داخل ہو کر اپنی زندگی کسی مسلمان کی رفاقت میں گزارنا چاہتی ہیں۔ ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جو ہندو دھرم اور ہندو سوسائٹی میں زندگی گزارنا محال سمجھتی ہیں۔ اور اسلام کو اس دنیا اور اگلے جہاں میں امن و امان دینے والا مذہب یقین کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوائے کسی شاذ و نادر واقعہ کے ایسا نہیں ہوتا۔ کہ کوئی ہندو خاتون اسلام لانے کے بعد پھر ہندو دھرم میں چلی گئی ہو۔ برخلاف اس کے وہ مسلمان عورتیں جن کے اغوا میں کسی ایرے غیرے ہندو کا نہیں۔ بلکہ آریوں کے چوٹی کے لیڈروں کا ہاتھ کام کرتا رہا۔ اور جن کے لئے آرام و آسائش کے اعلےٰ سے اعلےٰ سامان مہیا کر دیئے گئے۔ وہ بھی آریوں میں قرار نہ پا سکیں۔ وجہ یہ کہ ان کی کشش کا موجب آریہ دھرم یا آریہ معاشرت کی کوئی خوبی نہ تھی۔ بلکہ ان کی غرض یا تو پہلے خاوند سے طلاق حاصل کرنا تھی یا وہ کسی فریب اور دھوکہ کا شکار بن چکی تھیں۔

اغوا اور امداد

ان حالات میں جن مسلمان عورتوں کو شدھ کرنے کا ارتکاب آریہ کرتے رہتے ہیں۔ اسے تو اغوا قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اغوا بھی نہایت شرمناک جو مذہب کی آڑ میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کے خلاف ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ نفرت و حقارت کا اظہار کرے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جو ہندو خواتین برضائے خود اسلام قبول کریں۔ اور جنہیں اسلامی سوسائٹی میں باوجود غربت اور افلاس کے دلی اطمینان اور تسلی حاصل ہو اور وہ ہر طرح امن و چین کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ ان کے متعلق اغوا کا لفظ ہرگز استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جس نے بھی ان کی مظلومیت اور بے کسی کی حالت میں امداد کی۔ اس نے شرافت اور انسانیت کے لحاظ سے بہت اچھا کیا:۔

اس فرق کو آریہ صاحبان اگر پیش نظر رکھ لیں۔ تو وہ نہ مسلمانوں پر ہندو عورتوں کے اغوا کا الزام لگائیں۔ اور نہ ان سے یہ مطالبہ کریں۔ کہ جب کوئی ہندو خاتون ہندو دھرم کی پابندیوں۔ اور ہندو سوسائٹی سے تنگ آ کر اسلام کی پناہ میں آئے۔ تو مسلمان اسے دھکے دے کر پھر ہندو دھرم میں بھیج دیں۔

ہندوؤں سے سوال

مگر سوال یہ ہے۔ کہ حالات میں اتنا بڑا تفاوت ہونے کے باوجود مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنے والے ہندو اور آریہ خود کتنے مواقع پر ایسے ہندوؤں کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کر چکے ہیں جنہوں نے کسی مسلمان عورت کے اغوا کے جرم کا ارتکاب کیا۔ کوئی ایک واقعہ بھی نہیں۔ اس کے بالمقابل یہ ثابت ہے کہ ایسی عورتیں جنہوں نے کسی چال کے طور پر رجحان ظاہر کیا۔ انہیں اغوا کرنے والوں کی امداد بڑے بڑے ہندو لیڈروں نے کی۔ امتسری کے واقعہ پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ شردھانند ایسے آریوں نے اس کی سرتوڑ حمایت کی۔ حالانکہ دراصل وہ آریہ دھرم قبول نہ کر رہی تھی۔ بلکہ اپنے پہلے خاوند سے

380

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات کے متعلق بعض امور

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۹ رمئی ۱۹۳۳ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پیشتر اس کے کہ میرے خیالات مجتمع ہوں۔ اور میں انہیں تحریر میں لا سکنے کے قابل ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس امر کے متعلق جو میرے دل میں ہے۔ بعض باتیں آج خطبہ میں بیان کر دوں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں اصل مضمون کو شروع کروں میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ ان تمام دوستوں کا جو قادیان کے رہنے والے ہیں۔ یا باہر کے۔

اس ہمدردی کے لئے شکریہ

ادا کر دوں۔ جو انہوں نے میری بیوی کی وفات پر ظاہر کی ہے انسان اس دنیا میں مرنے کے لئے ہی آیا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی۔ تو کوئی ترقی نہ ہوتی۔ اور

انسان کی پیدائش

لغو ٹھہرتی۔ ہم میں سے کون ہے۔ جو دیانتداری کے ساتھ کہہ سکے۔ کہ وہ اس دنیا میں ہزار دو ہزار چار ہزار سال کی زندگی کو پسند کرتا ہے۔ بلکہ برداشت بھی کر سکتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنی زندگی بچانے کیلئے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ لیکن سمجھدار لوگ جن کے دل میں ذرا بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ وہ کبھی بھی اس عام زندگی سے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے مقدر کر رکھی ہے۔ زیادہ کی خواہش نہیں کرتے

جاہل بے دین اور ایمان نہ رکھنے والوں

کے لئے قرآن کریم نے کہا ہے۔ کہ وہ چاہتے ہیں ہزار سال زندہ رہیں۔ حالانکہ دنیا کی عمر کے لحاظ سے ہزار سال بہت تھوڑے ہیں لیکن اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بے دین لوگ بھی ہزار سال سے زیادہ زندہ رہنے کے لئے تیار نہیں۔ گویا جن کو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ساری خوشیاں اسی دنیا میں ہیں ان کی نظر بھی ہزار دو ہزار سال تک ہی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ وہ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ پس یہ دنیا رہنے کے لئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ آخرت کے لئے کچھ سامان جمع کرے۔ یہاں وہ اس مکان کے لئے سامان فراہم کرنے کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ جہاں اس نے مستقل رہنا ہے۔ یا یہ کہ اسے موقعہ دیا گیا ہے۔ کہ

دو مقررشدہ مکانوں

میں سے ایک کو اپنے لئے مخصوص کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر شخص کا

ایک گھر جنت میں اور ایک دوزخ میں

ہوتا ہے۔ کوئی انسان تو اپنے اعمال سے جنت کے گھر کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور دوزخ کے گھر کو اختیار کر لیتا ہے۔ اور کوئی دوزخ کے گھر کو ترک کر کے جنت کا گھر اختیار کر لیتا ہے۔ اگر ہم قرآن کریم پر نظر ڈالیں تو

ایک تیسرا گروہ

ہمیں نظر آتا ہے۔ جو دونوں کو استعمال کرتا ہے۔ پہلے وہ دوزخ کے گھر کی طرف جاتا ہے۔ اور پھر جنت کے گھر کی طرف

پس

کسی انسان کی موت

ایک ایمان دار انسان کے لئے کوئی ایسا حادثہ نہیں۔ جو غیر معمولی ہو۔ یہ قانون اٹل ہے۔ یہ نہ بدلنے والی سنت ہے۔ جسکو صدیق شہید صالح بلکہ انبیاء بھی نہیں بدل سکے۔ لیکن جہاں یہ ایک اٹل قانون خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ کہ ہر انسان موت کا شکار ہو وہاں

ایک اور اٹل قانون

بھی ہے۔ کہ ایک عرصہ تک اکٹھی رہنے والی چیزیں جب ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ تو

دل میں درد

محسوس ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ کوئی شخص آپ کو بلانے آیا۔ کہ آپ کی صاحبزادی بلاتی ہیں کیونکہ آپ کا نواسہ بیمار ہے۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور ساتھ دوسرے صحابہ بھی تھے۔ بچہ اس وقت نزع کی حالت میں اور بہت تکلیف میں تھا۔ آپ نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اور اسکی حالت کو دیکھ کر آپکی

آنکھوں سے آنسو

نکل آئے۔ وہ بچہ وہیں فوت بھی ہو گیا۔ تب ایک صحابی نے جو حقیقت سے آگاہ نہ تھا۔ اور جسے عرفان کا مقام حاصل نہیں تھا۔ کہا کیا خدا کا رسول بھی روتا ہے۔ آپنے فرمایا تمہیں اللہ تعالیٰ نے سنگدل بنایا ہے

مجھے رحمدل بنایا ہے

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ قرب الٰہی کے مقام پر تھے۔ انہوں نے بھی اس بچہ کی جدائی پر تکلیف محسوس کی۔ بلکہ جب اس پر اعتراض کیا گیا۔ تو اسے سنگدلی قرار دیا۔

ایک اور واقعہ

مجھے بڑا بادرد میرا حافظ ایسے زیادہ واقعات کو نقل تا نہیں۔ تو وہ اس طرح ہے۔ کہ آپنے اپنے چچازاد بھائی کو ایک لشکر کا نہ سب سالار بنا کر بھیجا آپنے فرمایا۔ کہ اس لشکر کے سردار زید بن حارثہ ہوں گے لیکن اگر وہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر ہوں گے۔ اور اگر وہ شہید ہوں۔ تو پھر عبداللہ ان کی جگہ ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت جنگ ہوئی۔ اور زید مارے گئے جنہیں لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہا کرتے تھے جعفر نے کمان ہاتھ میں لی لیکن وہ بھی مارے گئے۔ اور پھر عبداللہ کمانڈر ہوئے لیکن وہ بھی کام آئے۔ اس پر لشکر میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی بعض مسلمان اپنے مقاموں سے پیچھے ہٹنا شروع ہوئے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر

اسلام کا جھنڈا

تھام لیا۔ اور کہا مسلمانو! یہ بھاگنے کا وقت نہیں۔ بلکہ دلیری دکھانے کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی نصرت کی۔ کہ باوجودیکہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی۔ وہ مرعوب ہو گیا۔ رات ہو گئی۔ اور حضرت خالد نے مسلمانوں کو اندھیرے میں پیچھے ہٹا لیا۔ اور اس طرح مسلمان تباہی سے بچ گئے۔ قبل اس کے کہ کوئی انسان آپ تک یہ خبر پہنچاتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ منبر پر تشریف لائے۔ مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے

نے خبر دی ہے کہ زید مارے گئے۔ اور پھر جعفرؓ اور عبد اللہؓ بھی جنگ میں کام آئے۔ پھر ایک

سیف من سیوف اللہ

اس جگہ کھڑی ہوئی۔ اور اس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو تباہی سے بچایا۔ جب یہ لشکر واپس آیا۔ تو جن جن لوگوں کے رشتہ دار مارے گئے تھے۔ انہیں تفصیلی حالات معلوم ہوئے تو کسی کی ماں نے کسی کی بہن نے کسی کی بیوی اور کسی کے اور رشتہ داروں نے رونا شروع کیا۔ تاریخ میں آتا ہے۔ کہ جب رونے کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ تو

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی رو پڑے

اور فرمایا سب گھروں سے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ مگر جعفر کے گھر سے کوئی آواز نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ مدینہ میں مسافر تھے۔ اور یہاں ان کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا۔ یہ ایک

درد کا اظہار

تھا۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہ تھے۔ کہ یہ کوئی اچھی چیز تھی۔ جعفرؓ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے۔ اور سب رشتہ داروں کو چھوڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر آئے تھے۔ دوسروں کو روتے دیکھ کر آپ کو خیال ہوا۔ کہ اگر ان کے بھی عزیز یہاں ہوتے۔ تو وہ بھی روتے۔ صحابہ کرامؓ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خواہش کو پورا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ انہوں نے آکر اپنی مستورات کو گھروں سے کھینچ کھینچ کر نکالا۔ کہ حضرت جعفرؓ کے گھر جاؤ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے ہاں کہرام مچ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ

مدینہ کی عورتیں جعفرؓ کے گھر میں

روتی ہیں۔ چونکہ آپ کا یہ منشا نہ تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا ان کو روکو۔ آپ نے یہ الفاظ محض اظہار درد کے لئے فرمائے تھے۔ کہ جعفرؓ وطن سے دور تھا۔ اس پر رونے والا کوئی نہیں۔ یہ گویا اس کی

مسکینی کی موت کا احساس

تھا۔ مگر وہ تھوڑے سے عزیز جو وطن میں تھے۔ اور باقی صحابہ جو ان کے دلوں میں بھی وہ درد پیدا ہو چکا تھا۔ جو آپ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے لوگوں نے جا کر روکا۔ مگر وہ نہ رکیں۔ اس پر کسی نے آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ وہ بند نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان کے منہ پر مٹی ڈالو یعنے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھا اور فی الواقعہ مٹی اٹھائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کو جب علم ہوا۔ تو آپ نے ان کو ڈانٹا اور بتایا۔ کہ آپ کا یہ مطلب نہیں۔ غرض قدرتی طور پر جب ایک شخص کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ تو

ایک درد پیدا ہوتا ہے

مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ مومن اسے دائمی جدائی سمجھتا ہے مومن کے لئے جدائی دائمی نہیں ہوتی۔ یہ ایک سفر ہے۔ جس میں کوئی پہلے پہنچ جاتا ہے۔ اور کوئی پیچھے۔ بعینہٖ اس طرح جس طرح ایک طالب علم کسی بیرونی ملک میں حصول تعلیم کے لئے جاتا ہے تو ماں باپ یا دوسرے رشتہ داروں پر رقت طاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ

معین وقت کی جدائی

ہے۔ جس کے نتیجہ میں جدا ہونے والا ترقیات حاصل کرے گا۔ کمائے گا۔ خود کھائے گا اور ہمیں کھلائے گا۔ مگر یہ

ایک غیر معین جدائی

ہوتی ہے۔ اور دیر اس جدائی سے۔ زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ کیونکہ معلوم نہیں۔ وہ کب ختم ہو۔ اور اس رنگ کا افسوس مومن کو ضرور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

مولوی عبدالکریم صاحب کو خاص عشق

تھا۔ اور ایسا عشق تھا۔ کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے۔ جب میری عمر ۱۶-۱۷ سال تھی۔ گو جس زمانہ سے میں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے۔ اس وقت میری عمر ۱۲-۱۳ سال کی ہوگی یعنے بچپن کی عمر تھی۔ لیکن باوجود اس کے مجھ پر

ایک ایسا گہرا نقش

ہے۔ کہ مولوی صاحب کی دو چیزیں مجھے کبھی نہیں بھولتیں۔ ایک تو ان کا پانی پینا۔ اور ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی محبت۔ آپ ٹھنڈا پانی بہت پسند کرتے تھے۔ اور اسے بڑے شوق سے پیتے تھے۔ اور پیتے وقت غٹ غٹ کی ایسی آواز آیا کرتی تھی۔ کہ گویا اللہ تعالے نے ان کے لئے جنت کی نعمتوں کو جمع کر کے بھیج دیا ہے۔ اس زمانہ میں مسجد اقصیٰ کے کنوئیں کا پانی بہت مشہور تھا۔ اب تو معلوم نہیں۔ لوگ کیوں اس کا نام نہیں لیتے۔ آپ کا طریق یہ تھا۔ کہ کہتے بھئی کوئی ثواب کماؤ۔ اور پانی لاؤ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود موجود ہوتے۔ تو اور بات تھی۔ ورنہ آپ سیڑھیوں پر آکر انتظار میں کھڑے ہو جاتے۔ اور پھر لوٹا لے کر منہ سے لگا لیتے۔ دوسرے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے۔ تو یوں معلوم ہوتا۔ کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں اس وقت گویا آپ کے چہرے پر

بشاشت اور شگفتگی کا ایک باغ

ہرا رہا ہوتا تھا۔ اور آپ کے

چہرہ کا ذرہ ذرہ

مسرت کی لہر میں لہک رہا ہوتا تھا۔ جس طرح مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سنتے۔ اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے۔ وہ

قابل دید نظارہ

ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا۔ تو وہ

حافظ روشن علی صاحب مرحوم

تھے۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص عشق تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا۔ کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔ لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور اب بیٹھتے نہیں۔ تو فرمایا۔ کہ

مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ

کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ کون ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالے کو حی اور دوبارہ زندگی دینے والا یقین کرتا ہو۔ لیکن باوجود اس کے کہ موت ایک لازمی چیز ہے اور ہر ایک کے لئے مقدر ہے۔ ایسے مواقع پر

طبعاً ایک تکلیف

ہوتی ہے۔ اور اس تکلیف کے درجہ کے مطابق ہی اس ہمدردی سے بھی مسرت ہوتی ہے۔ جو دوستوں کی طرف سے ظاہر ہو۔ اور

وہ ہمدردی اور اشتراک

جو یہاں کے دوستوں نے عام طور پر ظاہر کیا۔ وہ اس رنج کے مقابل میں ویسا ہی اطمینان پیدا کرنے والی چیز تھی۔ کہ اللہ تعالے نے ہماری جماعت میں ایسا اتحاد پیدا کیا ہے۔ کہ جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ رنج کے وقت تو انسان یہ خیال ہی نہیں کر سکتا۔ کہ دوسروں پر کیا اثر ہے۔ اس لئے صبح کے وقت میں جب قادیان میں اطلاع ہوئی۔ تو میرے دل کے کسی گوشہ میں بھی کوئی خیال نہ تھا۔ کہ لوگ کیا احساس رکھتے ہیں۔ لیکن جونہی میں یہاں آیا۔ یہاں کے ہر ایک چہرہ نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ اکثر افراد اپنے دلوں میں ویسا ہی درد محسوس کرتے ہیں جیسا کہ اپنے

کسی عزیز کی موت

پر ہو سکتا ہے۔ باہر کی جماعتوں کے احساسات کا اندازہ تو میں لفظوں سے ہی لگا سکتا ہوں۔ کیونکہ ان کے چہرے میرے سامنے نہ تھے۔ اور صحیح اندازہ انسان شکل سے ہی لگا سکتا ہے۔ کیونکہ شکلیں مستقل طور پر تصنع سے بنائی نہیں جا سکتیں۔ لیکن الفاظ بنائے جا سکتے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت نے اس رنج کو مجموعی طور پر

ایک سا محسوس کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ

اس بارہ میں کچھ خیالات

تحریر کروں۔ لیکن ابھی تک وہ پراگندہ ہیں۔ اور مجتمع نہیں ہوسکے اس لئے کچھ دنوں تک تو انہیں تحریر میں نہیں لا سکتا۔ لیکن ایک بات ہے جسکا اظہار میں ابھی کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے نہیں۔ کہ کسی پر الزام دوں۔ اس لئے نہیں۔ کہ کسی پر شکوہ کروں۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں نے دو دن تک اس سوال کے سارے پہلوؤں کو الٹ پھیر کر دیکھا ہے۔ اور اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ اور واقعات بھی اس ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ جو قرآن کریم نے ہمارے دل میں پیدا کیا ہے۔ کہ خواہ رنج ہو یا خوشی۔ اس کے پیچھے اصل ایک ہی ہے۔ کہ

اللہ تعالےٰ کے منشاء کے بغیر

کچھ نہیں ہو سکتا۔

میرے دل کے جذبات

خواہ اس درد کو محسوس کریں۔ اور کتنا ہی شدید طور پر محسوس کریں جو ایک طبعی امر ہے۔ مگر ایمان اور عقل دونوں کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم اس جذباتی درد کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ وہ اس سے انکار نہیں کرتے۔ کہ درد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے دائرہ سے باہر کی چیز ہے۔ ہم اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

جذبات۔ عقل اور ایمان

کبھی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ کبھی جدا جدا اور کبھی دو دو۔ تو میری عقل اور ایمان اگرچہ جذبات پر اعتراض تو نہیں کرتے۔ مگر شریک ہونے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ اللہ تعالےٰ نے دائرے مختلف بنائے ہیں۔ اس حادثہ سے قبل میں نے

کئی رویاء

دیکھے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے دیکھے جنمیں اس کی طرف اشارہ تھا۔ میں جب ڈلہوزی میں تھا۔ تو اس وقت میں نے ایک رویاء دیکھا۔ کہ میں قادیان سے باہر ہوں۔ اور قادیان سے اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں ایک ایسی وفات واقع ہوئی ہے۔ جس سے

زمین و آسمان ہل گئے ہیں

یہ خبر سنکر میں سوچتا ہوں۔ کہ میں اب وہاں کیسے پہنچوں گا۔ اس وقت گویا کوئی میری تسلی کے لئے کہتا ہے۔ کسی ہندو یا سکھ کی موت ہوگی۔ میں اس پر کہتا ہوں۔ کہ ہندو یا سکھ کی موت پر تو زمین آسمان نہیں ہل سکتے۔ پھر وہ یہ خیال پیش کرتا ہے۔ کہ اس سے ہندوؤں اور سکھوں کی زمین و آسمان مراد ہوگی۔ اس کے بعد مجھے

حضرت ام المومنین کی بیماری

کی اطلاع پہنچی۔ تو اس رویاء کی طرف میرا خیال گیا۔ اور رستہ میں میں نے دوستوں کو یہ سنایا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں شفا دیدی۔ ڈلہوزی سے میری واپسی پر

مولوی سید عبد الستار صاحب

جو بہت مخلص ملہم اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ ان کی وفات ہوگئی تو میں نے اس خواب کو اس پر چسپاں کیا۔ اور اگرچہ میری موجودگی میں وہ فوت ہوئے۔ مگر میں نے خیال کیا۔ کہ وہ بیمار تو میری عدم موجودگی میں ہوئے تھے۔ اس لئے وفات خواہ میری موجودگی میں ہوئی۔ یہ رویاء پورا ہو گیا۔ مگر رویاء میں یہ تھا۔ کہ میں پہاڑ پر نہیں ہوں۔ بلکہ میدانی علاقہ میں ہوں۔ اور وفات میری غیر حاضری میں ہوئی ہے۔ پھر جسدن سارہ بیگم کی وفات ہوئی ہے۔ اس دن صبح جب میں اٹھا۔ تو میری زبان پر جاری تھا

مردہ قادیان۔ یا مردہ قادیانی

میں نے اس سے خیال کیا۔ کہ مخالفین جو کہتے ہیں۔ قادیانی مردہ باد شاید اس سے یہ مراد ہو۔ کہ کوئی مخالف ہمارے خلاف کوئی کتاب لکھیگا یا لیکچر دیگا۔ اور یہ خیال اتنا غالب تھا۔ کہ جب مجھے بیماری کا تار پہنچا۔ تو پھر بھی اس طرف میرا خیال نہیں گیا۔ پھر

ڈاکٹر سید حبیب اللہ صاحب

نے اسی دن خواب دیکھا۔ کہ ہمارے خاندان میں کوئی وفات ہوگئی ہے

ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب

نے مجھے لکھا۔ کہ میں نے آپ کی بعض بیویوں کی وفات کے متعلق خواب دیکھا ہے

میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر

نے لکھا۔ کہ اسی دن جسدن اخبار پہنچا۔ جس میں یہ خبر درج تھی مجھے خواب میں ایک اخبار دکھایا گیا۔ جس میں یہ نام درج تھا۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اخبار کا وہ پرچہ پہنچ گیا جس میں یہ خبر درج تھی۔ قاضی عبد الرحیم صاحب نے اپنی بیوی کا

ایک عجیب کشف

لکھا ہے۔ جسے وہ ہذیان سمجھتے رہے کیونکہ انکی بیوی گزشتہ جمعہ کے روز سخت بیمار تھی۔ ان کی لڑکی امۃ العزیز کے سارہ بیگم مرحومہ کے ساتھ بہت تعلقات تھے۔ مولوی کا امتحان دونوں نے اکٹھے دیا تھا۔ آخری بار میں نے اسے سارہ بیگم مرحومہ کے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ اور انہوں نے مجھے بڑے اصرار کے ساتھ کہا تھا۔ کہ یہ کچھ بیمار ہیں۔ انہیں ضرور کوئی دوائی دو۔ قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ جمعہ کے روز ان کی بیوی بہت بیمار تھیں۔ اور بار بار کہہ رہی تھیں کہ امۃ العزیز آئی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ میں شاید سارہ بیگم کے پاس ہی ہوں۔ تو

انہیں لینے آئی ہوں

وہ بار بار اس بات کو دہراتی تھیں۔ اور کہتی تھیں۔ کہ مجھے سارہ بیگم کے پاس لے چلو۔ میں ان سے پوچھوں۔ کہ امۃ العزیز آئی ہے یا نہیں۔ اسی دن سیالکوٹ میں ایک دوست نے خواب دیکھا۔ شاید اس دن جب وہ بیمار ہوئیں یا اس دن جب وفات ہوئی۔ یہ مجھے یاد نہیں۔ انہوں نے دیکھا۔ کہ میں بہت افسردہ ہوں۔ اور

زمین کھدوا رہا ہوں

ان سب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وفات

اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقدر

تھی لیکن ان خوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کی وفات کو اہمیت دیتا ہے۔ بمبئی، لاہور، راولپنڈی۔ دہلی۔ پٹھانکوٹ ضلع جالندھر اور مختلف مقامات پر اسکی اطلاع دی۔ ان کے علاوہ

اور بھی بہت سے خواب

ہیں جو مجھے یاد نہیں ہے۔ مگر اس کثرت سے ہیں۔ کہ ایک اچھا خاصہ مجموعہ بن جاتا ہے۔ اور بظاہر پتہ لگتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس رنج کو

ایک قومی رنج

قرار دیا ہے۔ تبھی تو ملک کے مختلف گوشوں میں اسکی قبل از وقت خبر دی۔ اور اس طرح گویا وفات سے پہلے ہی ہمدردی کا اظہار کر دیا۔ حدیث قدسی میں بھی آتا ہے۔ کہ وما ترددت عن شیء انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ ولا بد لہ منہ (مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عز وجل والتقرب الیہ) یعنے اللہ تعالےٰ کو مومن بندے کی جان نکالنے میں تردد ہوتا ہے۔ اور اس وقت

عرش الٰہی کانپتا ہے

یہی وہ بات تھی جس کی طرف میرے رویاء میں اشارہ تھا۔ کہ زمین آسمان کانپ گئے ہیں۔ اور اسکا بھی یہی مطلب ہے۔ مگر ایک بات ایسی ہے۔ کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں۔ میرے کان میں پڑ رہی ہے۔ اور وہ کئی صورتوں میں کہ دوستوں تک پہنچی۔ طبعاً ان کے لئے بھی۔ اور میری قلبی کیفیت کے پیش نظر میرے واسطے بھی

رنج کا موجب

ہے۔ بعض حالات ایسے ہوئے ہیں۔ جنکی وجہ سے عام طور پر

دوستوں کو رنج اور شکوہ

ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر سچا انس اور ہمدردی ہو۔ تو اس قسم کا شکوہ پیدا ہونا بھی ایک طبعی امر ہے۔ میں نے اس معاملہ کی تحقیقات کی ہے۔ جس حد تک کہ میں شرعاً جائز سمجھتا تھا۔ اور جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جب ایک امر اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو اور اللہ تعالےٰ اس کے لئے بیسیوں رویاء اور کشوف دکھا چکا ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا۔ کہ یوں ہوتا تو یوں ہو جاتا۔ یوں ہوتا۔ تو یہ ہو جاتا غلطی ہے۔

امۃ الحی مرحومہ

کی بیماری کی اطلاع مجھے بمبئی میں ملی تھی۔ اور میرے دل نے محسوس کیا۔ کہ یہ خطرناک ہے۔ وہاں سے جب میں ریل میں سوار ہوا۔ تو منہ کھڑکی سے باہر نکال لیا۔ تا کرب کی حالت کوئی اور نہ دیکھ سکے اور اللہ تعالےٰ سے عاجزی کی۔ اور اس نتیجہ پر پہنچ گیا۔ کہ مجھے وہاں پہنچنے کا موقعہ مل جائیگا۔ اگرچہ پہنچتے پہنچتے حالات کے تسلی بخش ہونے کی اطلاع بھی مل گئی۔ ابھی دو روز ہی ہوئے میں لدھیانہ میں حضرت ام المومنین سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ انہوں نے بھی بتایا۔ کہ اس وقت امۃ الحی کی حالت بہت خطرناک تھی۔ لیکن پھر سنبھل گئی تھی۔

غرضیکہ میں پہونچ گیا۔ اور اس کے دس بارہ روز بعد انکی وفات ہوئی۔ کیونکہ یہی مقدر تھا۔ جیسا کہ ولایت جانے سے پہلے ہی بتایا گیا تھا۔ مگر

دعاؤں کا نتیجہ

یہ ہوا۔ کہ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے ملنے کا موقع مل گیا ان کا علاج تین ڈاکٹر کر رہے تھے۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب جو بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جیسے عمر رسیدہ اور تجربہ کار ڈاکٹر جو میڈیکل کالج میں پروفیسر بن چکے تھے اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب یہ تینوں معالج تھے۔ جس روز عصر کے قریب ان کا انتقال ہوا۔

اسی دن نو بجے کے قریب

میں نے ان تینوں کو جمع کیا۔ اور کہا۔ کہ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان ان کہنے سے شرماتا ہے۔ لیکن اگر اسے اپنی موت کا یقین ہو جائے۔ تو کہہ دیتا ہے۔ اسی طرح کئی باتیں جو بظاہر پوچھنا مناسب نہیں ہوتیں۔ وہ پوچھ بھی لی جا سکتی ہیں۔ یا یہ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر کوئی خواہش ہو۔ تو بتا دو۔ پس اگر حالت ایسی ہو۔ تو بتا دیں۔ تا انہیں بھی بتا دیا جائے۔ اور ان کے دل میں اگر کوئی بات ہو۔ تو کہہ دیں۔ مگر تینوں نے جن میں سے دو بڑے بڑے تجربہ والے اور تیسرے بھی اچھا تجربہ رکھنے والے تھے۔ متفقہ طور پر کہا۔ کہ کوئی خطرناک بات نہیں۔ یہ ہسٹیریا کے دورے ہیں۔ لیکن

اس بیان سے چار گھنٹے بعد

وہ فوت ہو گئیں۔ پس

ڈاکٹری ایک ظنی علم

ہے اور اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کس حد تک صحیح ہو گا۔ اور کس حد تک غلط۔ بعض اوقات علاج ایک رحمت کے فرشتے کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات کچھ بھی اثر نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ

جرمنی کا ایک بادشاہ

تھا۔ اسے خناق ہو گیا۔ اور برابر آٹھ گھنٹے یورپ کے چوٹی کے ڈاکٹروں اور ملک الموت میں کشتی ہوتی رہی۔ آخر ملک الموت غالب آ گیا۔

ڈاکٹروں کا کام

زندہ کرنا نہیں۔ صرف کوشش ہے اور اگر کوئی دیانتداری سے کوشش کرتا ہے تو اس پر کوئی شکوہ نہیں۔ اس لئے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ شکوہ نہیں۔ بلکہ اصلاح ہے۔ اور

آئندہ کی احتیاط

کے لئے ہے۔ ایسے موقعہ پر میں شکوہ فضول سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ جو نقصان ہو چکا۔ اس کے متعلق شکوہ فضول ہے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ غلطی ہوئی۔ کیونکہ ممکن ہے میں خود بھی ہوتا تو یہ غلطی ہو جاتی۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان یا

خلیفہ وقت کے نقصان

کو ساری جماعت اپنا نقصان سمجھتی ہے۔ اور اس طرح چونکہ اس سے لاکھوں انسانوں کا تعلق ہے۔ اور انہوں نے اسے محسوس کیا ہے۔ میرے پاس تو بعض ایسے خطوط آئے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کئی دوستوں نے اسے ایسا محسوس کیا ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں کے متعلق بھی ایسا صدمہ نہ ہوتا۔ آج ہی ایک خط آیا ہے۔ ایک دوست لکھتے ہیں۔ کہ میں اخبار پڑھ رہا تھا۔ اور اس قدر رنج ہوا۔ کہ ساری خبر بھی نہ پڑھ سکا۔ اور الٹا لیٹ کر چیخیں مارنے لگ گیا۔ شور سن کر میری بیوی آئی۔ اور وجہ دریافت کرنے لگی۔ میں رقت کے سبب بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ آخر اس نے اخبار اٹھا کر پڑھا۔ تو اس پر بھی وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ حتیٰ کہ

گاؤں کے غیر احمدی ہندو سکھ

سب اکٹھے ہو گئے۔ کہ کیا تمہارے ہاں کوئی ماتم ہو گیا ہے۔ تو ایک ایسی خبر جس کا اثر لاکھوں انسانوں پر پڑتا ہو۔ اس کے متعلق بعض احتیاطوں کی ضرورت ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں چاہئے تھا۔ کہ جس وقت رات کو سارہ بیگم بیمار ہوئی تھیں۔ اسی وقت مجھے تار دے دیا جاتا۔ اور میرا تجربہ ہے جو کبھی فیل نہیں ہوا کہ جب بھی مجھے

اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی توفیق

مل گئی ہے۔ وہ بات یا تو ٹل گئی ہے۔ یا ملتوی ہو گئی ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب لاہور میں بیمار ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ محمود کو جگاؤ۔ میں جاگا۔ تو کوٹھے پر دعا کے لئے گیا۔ مگر دل میں

دعا کے لئے جوش

نہ پیدا ہوا۔ الفاظ تو منہ سے نکلتے تھے۔ مگر دل میں جوش نہیں پیدا ہوتا تھا۔ آخر ایک گھنٹہ کی کوشش کے بعد اگر جوش پیدا ہوا۔ تو اس امر پر کہ خدایا کیا میرے دل میں تجھ پر اور تیرے رسولوں پر ایمان نہیں رہا۔ کہ

تیرا رسول اور ہمارا امام

اس حالت میں ہے اور میرے دل میں دعا کے لئے جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس طرح میں ایک گھنٹہ روتا رہا مگر محض دعا کی طرف توجہ اور وہ حالت جس میں انسان سمجھتا ہے کہ میں نے خدا سے بات منوانی ہے۔ نہ پیدا ہو سکی۔

دوسری ضروری چیز

یہ تھی۔ کہ مقامی امیر کو فوراً اطلاع دی جاتی۔ بیسیوں لوگوں نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ اگر پتہ لگتا۔ تو کم سے کم دعا ہی کرتے۔ اور انہیں افسوس ہے کہ دعا بھی نہ کر سکے۔ اگر مقامی امیر کو اطلاع ہو جاتی۔ تو سینکڑوں لوگ دعا کرتے اور ممکن ہے۔ ان سے اتنا وقت مل جاتا کہ میں واپس آ جاتا۔ پھر جو تار مجھے دیا گیا۔ اس کے الفاظ اتنے کمزور تھے۔ کہ سوائے معمولی بیماری کے جو ہر حاملہ کو ہو سکتی ہے۔ کوئی زیادہ بات ظاہر نہ ہوتی تھی۔ پھر اپریشن کرنے یا اس کے ختم ہونے کی مجھے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ مگر میں پھر کہونگا۔ کہ

تقدیر ایسی ہی تھی

کیونکہ جب مجھے اطلاع ملی۔ تو میں نے اسباب باندھنے کے لئے کہا۔ اس وقت میری ایک بیوی اپنے بھائی کے ہاں تھیں۔ انہیں کہلا بھیجا۔ کہ اگر جانا ہو۔ تو تیار ہو جاؤ۔ اور دوسری طرف حالات دریافت کرنے کے لئے تار لکھ کر شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری کو دیا۔ لیکن مجھے یہ وہم بھی نہ تھا۔ کہ ایسے ضروری تار کے لئے یہ کہنے کی ضرورت ہے۔ کہ ایکسپریس بھیجا جائے۔ انہوں نے آرڈنیری بھیجدیا۔ جو

وفات کے پندرہ منٹ بعد

یہاں پہونچا۔ ادہر میں مطمئن تھا کہ اس وقت تک جو جواب نہیں آیا۔ تو آرام ہی ہو گا۔ اور میں نے یہ خیال کیا۔ کہ شیخ صاحب نے ایسی بے وقوفی کہاں کی ہو گی۔ کہ آرڈنیری تار دیا ہو۔ یقیناً آرام ہو گا۔ جواب تک جواب نہیں آیا۔ میرا ذہن بھی اس طرف نہیں گیا۔ کہ شیخ صاحب نے ایسی غلطی کی ہے میں جواب نہ ملنے کے یہی معنی سمجھتا رہا۔ کہ آرام ہے کیونکہ جب آرام ہو۔ تو تار دینے کی جلدی نہیں ہوا کرتی۔ جب وفات کی خبر ملی تو یہاں پہنچنے تک مجھے یہ رنج رہا کہ جلد تار کا جواب کیوں نہیں دیا گیا۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا۔ کہ وہ وفات کے پندرہ منٹ بعد یہاں پہونچا تھا۔ یہ غلطی راولپنڈی میں میری موجودگی میں ہوئی۔ پس میں اس غلطی کو

ایک نادانستہ غلطی

سمجھتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غلطی تھی ایسے موقعہ پر دوستوں کو اطلاع ہونی چاہئے تھی۔ تا دعا کی تحریک ہو۔ اور اس کے لئے مقامی امیر کو فوراً اطلاع دینی چاہئے تھی۔ وہ فوراً اعلان کرتے اور دوستوں کو اطلاع ہو جاتی۔ پھر فوراً میری طرف بھی اطلاع بھیجنی چاہئے تھی۔ اگر مجھے رات کو ہی تار دے دیا جاتا۔ تو وہاں کثرت سے ہوائی جہاز ملتے ہیں۔ ممکن تھا۔ اگر انتظام ہو سکتا تو میں ایک گھنٹے میں یعنی صبح سات آٹھ بجے تک یہاں پہونچ سکتا۔

اور پھر اگر اپریشن ہونا ہوتا۔ تو میرے سامنے ہوتا۔ اور اگر وفات ہی مقدر تھی۔ تو وہ بھی میرے سامنے ہوتی

دوسری احتیاط

جو ضروری تھی۔ یہ ہے۔ کہ زچگی بہت بڑی تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ خصوصاً دوسری بار تو ہر عورت یہی سمجھتی ہے۔ کہ وہ مر جائیگی سوائے اجڈ، جاہل عورتوں کے جن کی حس مردہ ہو چکی ہو۔ سب تعلیم یافتہ اور سمجھدار عورتیں ہر حمل کے موقع پر یہی کہتی ہیں۔ کہ ہم اب کے مر جائیں گی۔ مگر باوجود اس کے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے جو عورت ایسا کہے۔ اس کے متعلق سمجھ لینا کہ کوئی خاص بات ہے، یہ تو صحیح نہیں۔ مگر باوجود اس کے اس میں کلام نہیں۔ اطباء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ

زچگی کے بعد عورت کو نئی زندگی

حاصل ہوتی ہے۔ پھر کسی کا یہ خیال کرنا۔ کہ کسی کے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ بالکل غلط بات ہے۔ قادیان میں اس وقت

چھ ڈاکٹر

تھے۔ ڈاکٹر غلام احمد صاحب جو طب کی بڑی سے بڑی ڈگری ولایت سے حاصل کر کے آئے ہیں۔ ان کے برابر ابھی تک ہماری جماعت میں کسی نے ڈگری حاصل نہیں کی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر عبد السمیع صاحب تھے۔ ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب تھے۔ ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب بھائی عبد الرحیم صاحب کے لڑکے تھے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب پسر ماسٹر عبد الرحمن صاحب جالندھری تھے۔ ڈاکٹر لعل الدین صاحب تھے۔ ان میں سے ایک ولایت کا تعلیم یافتہ ایک اسسٹنٹ سرجن چار سب اسسٹنٹ سرجن تھے۔ ان میں سے ممکن ہے۔ بعض کا علم نہ ہو لیکن بعض کا ضرور علم تھا۔ لیکن باوجود اس کے نہ تو تیمارداروں کو اور نہ ہی معالجوں کو یہ خیال آیا۔ کہ

ہم سے بھی غلطی

ہو سکتی ہے۔ کسی اور کو بھی مشورہ کے لئے بلا لیں۔ میرے رشتہ داروں کو خیال کرنا چاہیئے تھا۔ کہ اگر میں یہاں ہوتا۔ تو کیا کرتا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ڈاکٹر صاحب کو کہا تھا۔ کہ کیا اور ڈاکٹر بلانے کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہاں کوئی اور ڈاکٹر آ جائے۔ تو اچھا ہے۔ کیونکہ اس طرح نرس فارغ ہو جائے گی۔ جس کی بہت ضرورت ہے۔ لیکن اس کے بعد نہ رشتہ داروں کو دوسرا ڈاکٹر بلانے کا خیال آیا۔ اور نہ ڈاکٹر صاحب کو۔ حالانکہ حالت ایسی خطرناک تھی۔ خون آ رہا تھا۔ بچہ ٹیڑھا ہوا ہوا تھا۔ کمزوری تھی۔ اول تو چاہیئے تھا۔ کہ امرتسر سے کسی کو بلا لیا جاتا۔ یا وہاں بھیج ہی دیا جاتا۔ لیکن اگر یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تو کم سے کم یہاں کے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جاتا۔ یہ ضروری

معالج کی اپنی عزت کے بچاؤ کیلئے

ضروری تھا۔ ہندوستانی ڈاکٹروں میں سے ۹۹ فیصدی ایسے ہیں جو دوسرے سے مشورہ کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تجربہ میں جتنے سب اسسٹنٹ سرجن میں نے دیکھے ہیں۔ ان سے اچھے ہیں۔ مگر باوجود اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ انہیں مشورہ کی ضرورت نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قاعدہ

تھا اور خود میں بھی جب ۱۹۱۸ء میں بیمار ہوا۔ تو میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ کہ طبیب بھی اور ڈاکٹر بھی سب جمع کر لئے۔ ڈاکٹروں کی دوائی بھی کھاتا تھا۔ اور طبیبوں کی بھی۔ کیا معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کس سے فائدہ دے دے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اپنے کو خدا سمجھتا ہے تو سمجھے۔ ہم تو اسے بندہ ہی سمجھتے ہیں۔ یورپ کے ڈاکٹروں میں یہ مرض نہیں۔ وہاں کے ڈاکٹر جب دیکھیں۔ کہ حالت خطرناک ہے یا ان کا جو اندازہ ہے۔ کہ اتنے دنوں میں آرام ہوگا۔ وہ پورا نہ ہو۔ تو خود کہہ دیتے ہیں۔ کہ دوسرا ڈاکٹر بلاؤ۔ اور پھر اس سے خود تبادلہ خیالات کر کے مناسب علاج تجویز کریں گے۔ بلکہ ان کے ہاں علاج کے ساتھ ڈاکٹر کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ جو ڈاکٹر کسی فیملی کا معالج ہو۔ وہ حالت خراب ہونے کی صورت میں فوراً کہہ دے۔ کہ دوسرے ڈاکٹر کو بلاؤ۔ اگر میری رائے پر چلنا ہو۔ تو فلاں فلاں کو بلاؤ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ مریض ضرور بچ جائے گا۔ کیونکہ

لکل داءٍ دواءٌ الا الموت

دس ہزار ڈاکٹر بھی اگر جمع ہو جائیں۔ تو جس نے مرنا ہے۔ وہ مریگا۔ مگر کہنے والوں کو تو یہ موقعہ نہیں ملے گا۔ کہ ڈاکٹر کی غلطی سے وفات واقع ہو گئی۔ پس ڈاکٹر کی عزت کی حفاظت کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ جب وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ کرتا ہوں۔ میں ہی کرتا ہوں۔ تو

خدا تعالیٰ کی مدد

بھی اس کے شامل حال نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبد الحمید خان معزول کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اور سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ جنگ کی تیاریاں کی گئیں۔ اور جب مکمل ہو گئیں۔ تو کسی نے کہا۔ کہ ایک چیز رہ گئی ہے۔ اس پر اس نے بہت ہی پیاری بات کہی۔ کہ

کوئی خانہ خدا کے لئے

بھی چھوڑ دو۔ تو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ملک الموت کا رستہ تو ڈاکٹر نہیں روک سکتے۔ لیکن دوسروں کا مشورہ ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ مریض خود کسی اور کو بلانا پسند نہ کرے۔ یا غریب ہو۔ لیکن ڈاکٹر کا فرض ہے۔ کہ یہ بات پیش کر دے۔ اور حالات ایسے تھے۔ جن سے پتہ لگتا ہے۔ کہ

مشورہ کی ضرورت

تھی۔ زندہ بچہ ہاتھ کٹا ہوا۔ آدھ گھنٹہ تک خون کے چوبچہ میں پڑا رہا۔ اگر ایک دو ڈاکٹر اور بھی وہاں ہوتے۔ تو دو اگر ماں کی طرف متوجہ رہتے تو ایک بچہ کو بھی دیکھ سکتا۔ یوں تو کسی کو کیا پتہ ہے۔ کہ کیا ہونے والا ہے لیکن اپنی کوشش ضروری تھی۔ میں خود باہر سے ڈاکٹر اپنے لئے بلانے خاندان کے لوگوں کے لئے نہیں بلایا کرتا۔ میرے لئے صرف ایک دفعہ باہر سے ڈاکٹر آیا ہے۔ مگر مجھے آج تک معلوم نہیں۔ کہ اس کی فیس کس نے ادا کی۔ مجھ سے کہا گیا۔ کہ کسی کو بلانا چاہیئے۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ کہا گیا۔ کہ فیس انجمن ادا کرے گی لیکن میں نے کہا۔ میں اپنے لئے انجمن سے فیس نہیں دلوانا چاہتا۔ پھر مجھے پتہ نہیں۔ کس نے بلایا۔ اور فیس کس نے دی۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ ہمارا اتنا ہی فرض ہے۔ جتنی اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے پھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس قسم کی کمزور حالت میں ایک ہی علاج ہوا کرتا ہے۔ کہ

تندرست آدمی کا خون

مریض کو انجکٹ کر دیا جائے۔ اور میں نے آتے ہی دریافت کیا۔ کہ کیا یہ بھی کیا گیا۔ تو معلوم ہوا نہیں۔ حالانکہ مریض کو بچانے کے لئے بالکل غیر متعلق لوگ اپنا خون پیش کر کے انہیں بچا لیتے ہیں۔ میری ایک بیوی گزشتہ دنوں لاہور ہسپتال میں تھیں۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ چند دنوں کے عرصہ میں دو دفعہ مریضوں کے لئے وہاں کی انگریزی لیڈی ڈاکٹروں نے اپنے خون پیش کر دیئے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ

سوگوار چہرے

جو میں نے یہاں آکر دیکھے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی کہا جاتا کہ تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اگر تھوڑا سا خون دیدو۔ تو میرے خیال میں ان میں سے کوئی بھی انکار نہ کرتا۔ اور اس حالت میں صرف یہی آخری علاج تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔

حواس باختگی میں

کسی کا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔ میں نے ڈاکٹر غلام احمد صاحب سے دریافت کیا۔ کہ انگلینڈ میں ایسے وقت میں کیا کرتے ہیں۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ صرف یہی ایک علاج ہے۔ آج کل اگر کوئی طالب علم امتحان کے پرچے میں [illegible] کی بیماری کو جو یہاں عام طور پر کرتے ہیں [illegible] علاج لکھ دے۔ تو اسے فیل کر دیا جائے۔ تو

صرف یہی ایک علاج

تھا۔ اور جس آدمی کا خون لیا جائے۔ اسے ایک گھنٹہ کے لئے بھی لیٹنا نہیں پڑتا۔ لنڈن میں ہزاروں لوگ اپنے نام درج کرا چھوڑتے ہیں۔ کہ جب بھی ضرورت ہو۔ ہمارا خون لے لیا جائے۔ اور جب کوئی ایسا کیس آئے۔ ان لوگوں کو فون کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ منٹوں میں چاروں طرف سے آ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر دوسرا کوئی ڈاکٹر وہاں ہوتا۔ تو یہ بات اس کے ذہن میں ضرور آ جاتی۔ اور گو اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہاں نہ پچکاری کے سامان ہیں۔ نہ خون ٹسٹ کرنے کے لیکن اگر یہ خیال پیدا ہو جاتا۔ تو یا مریضہ کو لاہور امرتسر لے جانے کی یا وہاں سے تجربہ کار ڈاکٹر کو مع سامان لانے کی کوشش کی جاتی ٭

پس میں ان حالات سے متاثر ہو کر ایک تو یہ کہتا ہوں کہ

ہمارے احمدی ڈاکٹر اس کبر کو

چھوڑ دیں جس میں ہندوستان کے ڈاکٹر عام طور پر مبتلا ہیں اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک دو ڈاکٹر بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے اس بد عادت کو چھوڑ دیں۔ اور تیس چالیس جانیں بھی اس طرح بچ جائیں۔ تو

سارہ بیگم کی موت

کام آجائے گی۔

خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اجیب کل دعائک۔ الا فی شرکائک جس سے وعدہ تھا۔ کہ میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا سوائے ان کے جو شرکاء کے متعلق ہوں۔ وہ ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے موقع پر مجھے جس کی عمر صرف ۹ سال کی تھی۔ دعا کے لئے کہتا ہے۔ گھر کے نوکروں اور نوکرانیوں کو کہتا ہے کہ دعا کرو۔ پس جب وہ شخص جس کی

سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ

کیا ہوا تھا۔ دوسروں سے دعائیں کرنا ضروری سمجھتا ہے اور اس میں اپنی ہتک نہیں سمجھتا۔ تو ایک ڈاکٹر کا دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا کس طرح ہتک کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس

دیانت۔ ایمان اور دین کے لحاظ سے

ایک معالج کا فرض ہے۔ کہ جب حالت خطرناک دیکھے۔ تو مشورہ دے۔ کہ کسی اور کو بلا لیا جائے۔ ڈاکٹروں کا قاعدہ ہے۔ کہ دوسرے کا نسخہ دیکھ کر کہتے ہیں۔ میں تو یہں دے رہا تھا۔ حالانکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہزار دفعہ جو چیز دی گئی ہے۔ وہ ایک دفعہ کسی نئی دوائی کے ساتھ ملا کر دی جائے۔ تو اس سے جان بچ جائے پس یہ دو باتیں ہیں۔ جو اس وقت میں کہنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ پر شکوہ نہیں۔ بلکہ

آئندہ کی احتیاط

کے لئے۔ گذشتہ واقعہ کے متعلق تو میں بار بار ڈاکٹر صاحب پر اعتراضات کا دفعیہ کرتا رہا ہوں۔ اور جو بھی ملا ہے۔ اسے سمجھایا ہے۔ لیکن آئندہ کی احتیاط کے لئے یہ باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔ اپنے لئے نہیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے۔ کیونکہ ہر عورت اپنے گھر کے لئے بمنزلہ ستون کے ہوتی ہے۔ جس کے ٹوٹنے پر گھر کے ویران اور بچوں کے برباد ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک بھنگی کی عورت بھی اپنے گھر میں ویسی ہی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کی۔ پس میں اس

موت کو ایک قربانی

سمجھونگا۔ اگر ہمارے احمدی ڈاکٹر اس عادت کو چھوڑ دیں۔ غرض دو باتیں میں کہتا ہوں ایک اپنے متعلق دوسری عام

اپنے متعلق یہ کہ اگر میں باہر ہوں۔ تو میرے عزیزوں اور قائم مقام کو اطلاع ہونی چاہیئے۔ تا مجھے علم ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مستغنی ہے۔ اور میں اس کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ لیکن پھر بھی

گریہ وزاری سے دعا کی توفیق ملنے کے بعد

میں نے کسی بات کو ٹل جانے یا ملتوی ہونے بغیر نہیں دیکھی میرے پاس روپیہ نہیں ہے لیکن کسی کو مجھ پر یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ میں ان تاروں کا خرچ نہ دیتا۔ اگر پندرہ پندرہ منٹ کے بعد بھی مجھے اطلاع دی جاتی تو مجھے خرچ ادا کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ بلکہ

تا زیست میری روح اس کے زیر احسان

رہتی۔ عام نصیحت یہ کہ جب مرض سخت ہو ڈاکٹر کو خود زور دینا چاہیئے کہ دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے اور اگر غریب کو ڈاکٹر بلانے کی توفیق نہ ہو۔ تو

اپنے رسوخ اور دوستانے

سے کام لے کر خود ڈاکٹر دوسرا ڈاکٹر بلائے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر ہزاروں ایسے غریب مریض جن کی موت پر ایسی ہی غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان کی بہتری مد نظر نہ ہوتی۔ تو میں یہ بات ہرگز نہ کہتا۔ کیونکہ اس واقعہ کی تو اب اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی یقین ہے کہ

ہر ابتلا میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں

رکھی ہوتی ہیں۔ اور یہ میں کبھی نہیں مان سکتا۔ کہ رحمٰن رحیم خدا بندے پر ظلم کرے گا۔ ہر سانس۔ ہر قدم۔ ہر نظر اور ہر شنوائی اور ہر لفظ جو انسان کے منہ سے نکلتا ہے۔ اور ہر ہوا جو ناک میں جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل ہیں ہم اس کے ساتھ وابستہ بداثرات اور عذابوں سے بچتے ہیں پھر میں کس طرح اس پر بدظنی کر سکتا ہوں۔ وہ ہاتھ جس سے لاکھوں میٹھی قاشیں ہم نے کھائی ہیں۔ اگر علاج کے طور پر کوئی کڑوی بھی کھلائے۔ تو

سوائے الحمد للہ کے

ہمارے منہ سے کچھ نہیں نکل سکتا۔ اس لئے بندوں کے فعل پر اعتراض نہیں کرتا تا اس سے اشارہ

اپنے آقا کا شکوہ

نہ ہو جائے۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید بعض غریبوں کی اس میں بہتری ہو جائے۔ اور کئی اور بے کس عورتوں کی جانیں بچ جائیں۔ میں نے یہ بات کہہ دی ہے۔

احمدیت مسلمانوں کا آخری علاج ہے

جناب محمد الٰہ بخش صاحب ضیار تحریک خاکساران کے سابق سرحدی رہنما جنہوں نے چند روز ہوئے قادیان میں تشریف لاکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ایک ملاقات کے دوران میں فرمایا۔ کہ میرے نزدیک احمدیت مسلمانوں کا آخری علاج ہے۔ اگر مسلمان صحیح اسلام چاہتے ہیں۔ تو وہ انہیں احمدیت میں ملیگا۔ احمدیت کے سوا صحیح اسلامی روح اور کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔ مزید براں آپ نے فرمایا احمدی اور غیر احمدی مسلمانوں کے ہر فعل اور ہر حرکت میں نمایاں فرق ہے۔ جو احمدیوں کے اسلامی تعلیم پر پورے پورے عمل اور غیر احمدیوں کے اسلام سے بعد اور دوری پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ احمدیت قبول کرنے سے بہت پہلے یعنی ۱۹۰۳ء میں جب میں نے اول اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف کا مطالعہ اور آپ کی تعلیم پر غور شروع کیا۔ تو ہر نئے دن اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ نبی کی صداقت کے نشانات مجھ پر ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ میرے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شرکت کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ علاوہ ازیں میرے گذشتہ قیام قادیان کے دوران میں ہر آنے والے دن کے ساتھ اطمینان قلب میں کمال مجھے واضح طور پر محسوس ہوتا رہا ہے۔

مسلمانان ہندوستان کے لئے علی العموم اور مسلمانان سرحد کے لئے علی الخصوص آپ نے یہ پیغام دیا۔ کہ اگر وہ صحیح معنوں میں آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو یقیناً وہ سچے اسلام یا دوسرے الفاظ میں احمدیت قبول کرنے اور اس طرح خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملاً تابعداری کے سوا انہیں میسر نہیں آسکے گی۔

لہٰذا آزادی کی تڑپ رکھنے والے ہر دل کو احمدیت میں داخل ہو کر خدا کے راستے میں جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے والوں میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

خاکسار

صاحبزادہ عبد الحمید قادیان

ہومیوپیتھک علاج و ہومیوپیتھک ادویات

کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بمقابلہ دوسری ادویات اور طریقہ علاج کے اس کے فائدے کثیر ہیں۔ کیونکہ مجرب اور زود اثر ہیں۔ سینکڑوں ڈاکٹروں کی ہزاروں مریضوں پر بار بار تجربہ کی ہوئی ہیں۔ شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہر وقت تیار۔ نہ گھوٹنے کی ضرورت نہ رگڑنے چھاننے کی تکلیف نہ ہی کڑوی کسیلی ہوتی ہیں۔ کھانے میں مزے دار بچے اور بڑے شوق سے کھا لیتے ہیں۔ لطیف طبائع کو ناگوار نہیں ہوتی۔ نہ طبیعت ان کے کھانے سے اکتاتی ہے۔ پرہیز بھی سخت نہیں فائدہ زیادہ کرتی ہیں جسم پر برے اثرات نہیں کرتی۔ کم خرچ ہیں۔

امراض مخصوصہ مردان کے لئے خاص خاص مجرب ادویہ ہیں۔ بحکم ربی ہو۔ تو ہومیوپیتھک علاج کبھی خطا نہیں کرتا۔ اگر آپ کو اپنی صحت کے متعلق تشویش ہے۔ تو جلدی کیجئے اور آج ہی پورا حال لکھ کر دوا منگا لیجئے۔ خدا شافی ہے۔ کیا خبر ہے اس نے آپ کی صحت ان ہی دواؤں کے ذریعہ رکھی ہو۔

ایم۔ ایچ احمدی۔ ہومیوپیتھ چنوڑ گڑھ میواڑ

آہنی خراس (بیل چلی)

قلیل سرمایہ سے معقول آمدنی پیدا کرنیکا طریقہ

آہنی خراس

قیمتیں اور تفصیلی حالات معلوم کر کے آپ یقیناً خوش ہوں گے۔

علاوہ ازیں چاف کٹرز بیلنے جات انگریزی ہل فلور ملز بادام روغنی سیویاں قیمہ اور چاول کی مشینیں وغیرہ کے لئے ہماری باتصویر فہرست **مفت** طلب کیجئے

آہنی رہٹ

آبپاشی کا بہترین کم خرچ اور کارآمد ذریعہ

آہنی رہٹ

ہمارے آہنی خراس چھوٹے پیمانے پر آٹے کی پسائی کا بہترین ذریعہ ہیں بیل یا بھینس جوت کر فارغ وقت میں معقول آمدنی پیدا کیجئے۔ ہر قسم کے غلہ جات کے علاوہ نمک۔ ہلدی وغیرہ بھی پیسی جاتی ہے اس چکی سے اناج کے اصلی جوہر نشوونما vitamin ضائع نہیں ہوتے۔ آٹا ڈیڑھ من دانہ چھ من فی گھنٹہ تیار ہوتا ہے اعلیٰ میٹریل اور بہترین نگرانی میں تیار ہوتے ہیں اطراف ملک سے بکثرت طلب ہو رہے ہیں

پرانے دقیانوسی سامانوں کی بجائے ہمارے ترقی یافتہ رہٹ کیوں نہیں لگا لیتے۔؟ جو اعلیٰ میٹریل اور بہترین نگرانی میں تیار کئے جاتے ہیں پائداری اور بافراط پانی دینے میں بےنظیر ثابت ہو چکے ہیں آپ کی اوسط پیداوار نمایاں طور پر بڑھ جائیگی۔ روزمرہ کی مرمت اور بگڑنے کے جھنجھٹوں سے ہمیشہ کیلئے بےفکر ہو جائیں گے۔

383

اصلی و اعلیٰ مال منگانیکا قدیمی پتہ

ایم۔ اے رشید اینڈ سنز انجنیئرز بٹالہ (پنجاب)

الفضل میں اشتہار دے کر فائدہ اٹھائیے

قادیان کا قدیمی مشہورِ عالم اور بےنظیر تحفہ

قیمت فی تولہ عــہ **سُرمہ نور** رجسٹرڈ فن چشم

اطباء۔ ڈاکٹر۔ عوام الناس۔ رؤساء۔ امراء۔ ہندوستان کی بڑی بڑی ریاستوں بلکہ دنیا کے کناروں تک اپنی صداقت و فوائد کے باعث وسیع ہو چکا ہے۔ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

اکسیر خنازیر سخت سے سخت اور پرانی سے پرانی خنازیر کو بفضل تعالیٰ چند روز میں سو فیصدی آرام آجاتا ہے۔ بلا تکلیف اور بغیر اپریشن کے گلٹیاں نابود ہو جاتی ہیں۔ قیمت تین روپیہ

ملنے کا پتہ **شفاخانہ رفیق حیات** قادیان پنجاب

رشتہ کی ضرورت

ایک احمدی نوجوان بعمر ۲۲ سال تنخواہ ۱۲۰/- روپیہ پر گورنمنٹ ملازم قوم نارمہ راجپوت کے لئے ایک رشتہ کی ضرورت ہے۔ جس کی تعلیم کم از کم مڈل تک ہو۔ ۱۵-۱۷ سال کے قریب عمر۔ خوبصورت امور خانہ داری سے واقف ہو۔ مزید حالات کے لئے بمعرفت

بابو فضل الٰہی صاحب کلرک ریکشاپ ایم۔ ٹی پرشاد سے خط و کتابت کریں

اردو شارٹ ہینڈ

مختصر نویسی کے متعلق ماہر مشہور آفاق استاد مسٹر جی ایم مہتہ ایف۔ ایس۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ٹی۔ ایس۔ ڈی ڈائرکٹر ایم آئی۔ ایس۔ ڈی۔ ایم ڈی پیرس پرنسپل صاحب انڈین کارسپونڈنس کالج کی تازہ تصنیف۔ مہرت دہ آسان سبق کورس میں دریا پر اسپیکٹس و نمونہ سبق مفت

مینیجر انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ پنجاب

لڑکی سے لڑکا

ایام حمل میں ۹ ہفتے تک جبکہ جنین کچی حالت میں ہوتا ہے این۔ ڈی ڈھلوں صاحب ایم۔ آر سی ایس آئی وغیرہ لنڈن کی تیار کردہ مجرب و آزمودہ تین گولیاں کھا لیں۔ جراثیم نرینہ غالب اور مادینہ مغلوب ہو کر بفضل خدا لڑکا پیدا ہوگا۔ ضرور مستند فائدہ اٹھائیں۔ قیمت برائے تمام عـہ و پیر احمدی دوستوں کو مزید رعایت ہوگی۔ قیمتی تصادیق موجود ہیں۔

المشتہر:- ایم۔ نواب الدین مینیجر محبوب اولاد تریاق میاں کمہلہ بٹالہ ضلع گورداسپور

نہایت عمدہ اور با موقع مکان

میں اپنی دوکان جس کے اوپر رہائش کی غرض کے لئے چوبارہ ہے۔ جو کہ کوچہ دارالامان میں واقع ہے جس کے دو طرف گلی ہے۔ نہایت عمدہ موقع پر ہے۔ فروخت کرنا چاہتا ہوں دارالامان میں مسجد مبارک کے نزدیک مکان اور جائداد بنانے والے اصحاب جلدی میرے ساتھ فیصلہ کر لیں۔

خاکسار

ایوب احمد ابن مولوی محمد علی صاحب بدوملہوی مرحوم و مغفور

ضرورت رشتہ

میرا لڑکا جو عمر ۲۲ سال۔ انٹرمیڈیٹ پاس۔ سی۔ ٹی پاس۔ ٹی۔ پاس کر کے ہائی سکول میں بعہدہ ۵۵ روپیہ ماہوار ملازم ہے۔ اور ایک اسے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ خط و کتابت اس پتہ سے ہو۔

خاکسار عبد العلیم چیف سینیٹری انسپکٹر منڈیر بنارس چھاؤنی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

جاپان کے دفتر جنگ کی طرف سے ۲۸ مئی کو اس خبر کی تردید کی گئی ہے کہ پیکن کے نزدیک چینی اور جاپانی کمانڈروں میں کوئی زبانی سمجھوتہ ہوا ہے۔ البتہ جاپانی گورنمنٹ اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ عارضی صلح کے لئے باہم گفت و شنید جاری ہے۔

گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ چیف کمشنر انڈیمان کی اطلاع کے مطابق ۱۲ مئی کو ۲۹ قیدیوں نے جو دہشت زدگی کے جرائم میں سزا یافتہ ہیں۔ بعض بیان کردہ شکایات کو دور نہ کئے جانے کی بنا پر بھوک ہڑتال شروع کر دی تھی۔ بعد میں ان کے ساتھ اور بھی کئی قیدی شریک ہو گئے اور اس وقت ۳۹ قیدی بھوک ہڑتال پر ہیں۔ ان میں سے ایک قیدی مہابیر سنگھ جسے مقدمہ سازش لاہور میں عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی تھی۔ نیز ایک قیدی مسمی مان کرشن نام داس جسے بنگال میں ڈاکہ زنی کے سلسلہ میں سزا ہوئی تھی فوت ہو چکے ہیں۔ باقیوں کی حالت تسلی بخش بیان کی جاتی ہے۔

گاندھی جی کا پونہ میں ۲۸ مئی کو آٹھ ڈاکٹروں کے مشترکہ بورڈ نے آخری معائنہ کرنے کے بعد حسب ذیل بیان جاری کیا۔ "آپ نہایت کمزور ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود کامیابی سے کمزوری کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ آج آپ کو متلاٹ کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ آپ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر ہمیں کامل یقین ہے کہ آپ کامیابی کے ساتھ برت ختم کر لیں گے۔"

"خود گاندھی جی نے اپنے ایک دوست کو لکھا ہے "اپنی صحت کی موجودہ حالت میں میرا تو خیال ہے کہ میں ۴۲ دن کا برت بھی رکھ سکتا ہوں لیکن اگر پرماتما چاہے تو مجھے ۲۰ دن تک بالکل صحت مند رکھنے کے بعد بھی ۲۱ ویں دن میرا خاتمہ کر سکتا ہے"

دیانند کالج لاہور کے ایک طالب علم مہاشہ بال کرشن مدن نے امسال ایم۔ اے میں ۴۳۲ نمبروں پر کامیابی حاصل کی ہے۔ آج تک اتنے نمبر اس مضمون میں پنجاب یونیورسٹی میں کسی نے حاصل نہیں کئے۔

جرمنی وزارت نے ۲۸ مئی کو اپنے ملک کی سیاسی اور مالی صورت حال پر غور کرنے کے بعد دو حکم جاری کئے ایک کے رو سے صنعت جہاز سازی کو ۲۰ ملین مارک کی امداد دی گئی ہے اور دوسرے کے رو سے کمیونسٹ پارٹی اور اس سے ملحقہ تمام انجمنوں کے تمام فنڈ ضبط کر لئے گئے ہیں

پریذیڈنٹ روز ویلٹ نے جینوا سے یہ افواہ سننے پر کہ تخفیف اسلحہ کانفرنس ۱۰ جون سے اکتوبر پر ملتوی کر دی جائے گی۔ اعلان کیا ہے کہ میں اس کانفرنس کو ضرور زندہ رکھونگا اور ملتوی نہیں ہونے دونگا۔ چاہے اس مقصد کے لئے اقتصادی کانفرنس کو بھی ملتوی کر دینا پڑے

فرانس کی طرف سے مسٹر ایم ہیریٹ نے نیو یارک میں صدر امریکہ سے درخواست کی تھی۔ کہ قرضہ جات کے سوال پر نظر ثانی کی جائے مگر صدر جمہوریہ امریکہ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ جب تک فرانس گذشتہ دسمبر کی قسط ادا نہ کرے نیز آئندہ قسطوں کی ادائیگی کے متعلق گارنٹی نہ دے اس وقت تک اس کے قرضہ جات کے سوال پر نظر ثانی نہیں کی جا سکتی

گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کے زیر اہتمام ۲۸ مئی کو امرتسر میں ایک پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے ایک مضمون کے خلاف جو لاہور کے ایک دینک اخبار میں شائع ہوا ہے زبردست غصہ کا اظہار کیا گیا اور ڈاکٹر ٹیگور اور اخبار کے مالکان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ پبلک طور پر معافی مانگیں۔ گورنمنٹ سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ وہ ان دونوں کے خلاف کارروائی کرے ورنہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی خود کارروائی کرے گی۔

ہندو مہا سبھا نے جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے شہادت دینے کے لئے گیارہ افراد کا انتخاب کیا ہے۔

امریکہ نے اپنی بحری فوج کا ایک تہائی حصہ تخفیف میں لانے کا جو پروگرام مرتب کیا تھا۔ اسے ملتوی کر دیا ہے

لارڈ ایڈمرل ۲۶ مئی کو انگلستان میں وفات پا گئے جنگ عظیم کے بعد جرمنی سے جو سمجھوتہ ہوا تھا۔ اس پر اتحادیوں کی طرف سے آپ نے دستخط کئے تھے۔

گاندھی جی نے ۲۹ مئی کو بارہ بج کر بیس منٹ پر اپنی اہلیہ کستورا بائی کے ہاتھ سے سنگترے کے رس کا ایک گلاس پی کر اکیس روزہ برت توڑا۔ ایک مختصر مجمع نے اس تقریب میں شرکت کی۔ مہادیو ڈیسائی نے بھجن پڑھے۔ ڈاکٹر انصاری نے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں نیز پارسیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتب سے بھی چند جملے پڑھ کر سنائے

مولوی سید انور شاہ صاحب دیوبندی ۲۹ مئی کی شب کو دیوبند میں وفات پا گئے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس ۲۸ مئی کو میاں عبدالعزیز صاحب کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔ ملک برکت علی صاحب نے اس مسئلہ پر صدر کا رولنگ طلب کیا کہ قائم مقام سکرٹری نے کونسل کا جو خاص اجلاس طلب کیا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔ صدر نے کہا جن حالات کے ماتحت مرزا محمد سعید صاحب کو قائم مقام سکرٹری بنایا گیا تھا۔ انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں جلسہ طلب کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ بعض ممبروں نے صدر کو جلسہ سے چلے جانے کے لئے کہا۔ تاکہ کوئی ناگوار امر رونما نہ ہو۔ ابھی یہ گفت و شنید جاری تھی کہ صدر کو دھکا دے کر کرسی صدارت سے علیحدہ کر دیا گیا اور ان کی جگہ حاجی عبدالرشید کو کرسی صدارت پر بٹھایا گیا۔ ملک برکت علی صاحب اور صدر دونوں جلسہ سے باہر چلے گئے اجلاس جاری رہا جس میں میاں عبدالعزیز صاحب پر اظہار ملامت کرتے ہوئے انہیں ان کے عہدہ سے برطرف کیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ فی الحال لیگ کا عہدہ صدارت خالی رہے۔

مسلمانان سرینگر کے متعلق ہندو اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے آپس میں فساد برپا کر رکھا ہے۔ فوج اور پولیس نے شہر پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ۲۷ مئی تک تین چار اموات بھی ہو چکی ہیں۔ اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے ہیں

گاندھی جی کے ساتھ لاہور کے ایک مسلمان محمد ابراہیم اور ایک ہندو نے بھی فاقہ کشی شروع کی تھی۔ اگرچہ انہیں نہ گاندھی جی کی طرح ڈاکٹری امداد حاصل ہوئی۔ اور نہ اور آسائیاں میسر آئیں۔ مگر انہوں نے مقررہ وقت پر یعنی ۲۹ مئی کو فاقہ کشی ترک کی۔ اور وہ اچھے بھلے ہیں۔

شملہ۔ ۲۹ مئی۔ حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم جون سے مسٹر مائلز ارونگ کو ستلج ویلی کی نہر کے تنازعہ کے سلسلہ میں حکومت پنجاب کی طرف سے تحقیقات پر مقرر کیا جائے گا۔ مسٹر مائلز ارونگ اس سے قبل فنانشل کمشنر۔ ریفارمز کمشنر اور سندھ کی مالی حالت کے معائنہ کے سپیشل کمشنر رہ چکے ہیں۔ اس لئے ان کا سابقہ تجربہ اس جدید کام میں بہت ممد و معاون ثابت ہوگا۔

شملہ ۲۹ مئی ہفتہ مختتمہ ۲۰ مئی ریلوے کی آمدنی میں مزید ترقی ہوئی ہے۔ موجودہ مالی سال کے پہلے سات ہفتوں کے دوران میں ریلوے کی آمدنی میں گذشتہ سال کے اسی زمانہ کی آمدنی کے مقابلہ میں تیس لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔

لاہور ۲۷ مئی۔ جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے جو ہندوستانی بطور گواہ پیش ہو رہے ہیں۔ یعنی جنہیں وہاں جانے کی دعوت دی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ انہیں ایک پونڈ روزانہ

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی